The New Atheism: Taking a Stand for Science and Religion

میں مذہب اور سائنس کی آویزش کا فکر اسلامی کی روشنی میں تنقیدی مطالعہ

A Critical Study of conflict between Religion and Science in "The New Atheism: Taking a Stand for Science and Religion" in the light of Islamic Thought

Muhammad Salman Mir
PhD Islamic Studies
Research Fellow
BAHISEEN Institute for Research & Digital Transformation, Islamabad
Email: msmeer82@gmail.com
ORIC ID: https://orcid.org/0000-0001-5315-0369

Muhammad Abubakar Siddique
PhD Islamic Studies
Research Associate, Islamic Research Index, AIOU Islamabad
Email: muhammad.abubakar@aiou.edu.pk
ORIC ID: https://orcid.org/0000-0003-3160-5697

Abstract

The New Atheism is a radical movement of 21st century. New Atheism seems as an extension of scientific atheism. New Atheists (Such as Victor, J Stenger and Richard Dawkins) advocates the study of God as a scientific hypothesis. Victor John Stenger is a prominent exponent of new atheism. "The New Atheism: Taking a Stand for Science and Religion" is a new entry in "New atheism" literature. Stenger asserts that religion is incomprehensible and faith should not be treated with respect. He holds that science shows that God does not exist. The main tenant described by Stenger is that, if God exists, some evidence for his existence should be detectable by scientific means. He attempted to scientifically analyze the claims made by theologians for the existence of God and ultimately concludes that the origin of Universe and life can be understood by completely ignoring concept of God. Moreover, he asserts that an observable God should be detectable. He goes on to refute cosmological design and miracles and like naturalistic interpretation of admitted supernatural phenomenon. His rationality coupled with scientific naturalism lead him to deny religion. Using content analysis of selected work in the book "The New Atheism: Taking a Stand for Science and Religion", main views about science and reason are commented in the light of Islamic Thought.

Keywords: New Atheism, religion, Reason, God, Universe, Scientific method, The New Atheism, The New Atheism: Taking a Stand for Science and Reason

تعارف:

The New Atheism: Taking a Stand for Science and Reason وکٹر سٹنگر کی مرتب کردہ نمایاں کتاب ہے۔ سٹنگر مذکورہ کتاب میں مذہب کی نافہمی کا معاملہ بیان کرتا ہے۔ وہ معاشرے میں مذہب کو

دیے گئے عزت واحترام پر سوال اٹھاتا ہے۔ وہ عقیدہ کو معاملات زندگی میں بری الذمہ قرار دینے سے انکاری ہے۔ اس کے مطابق عقیدہ کو محض احترام دینے کے بجائے اسے متنازعہ قرار دینا چاہیے۔[1] وہ مذہب کو معاشرے کے لیے خطرناک خیال کرتا ہے اور مذہب کے سیاسی عمل میں مداخلت کا ناقد ہے۔ اس کے بقول جب مذہبی لوگوں سے ان کے عقائد کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو وہ آئیں بائیں شائیں کرتے ہیں اور جواب دینے میں ٹھوکر کھاجاتے ہیں۔ سٹنگر کا کہنا ہے کہ مذہبی اعتقادات کے حاملین کے پاس معروضی طور پر قابل تصدیق شواہد موجود نہیں ہیں۔

سٹنگر کائنات کے ڈیزائن کے بارے میں دستیاب دلائل کا سروے کرتے ہوئے کہتا ہے مذہبی طبقے کی طرف سے ڈیزائن کے حق میں کائنات میں فائن ٹیوننگ اور جاندار اشیاء میں ڈیزائن کے دلائل دیے جاتے ہیں۔ سٹنگر فائن ٹیوننگ اور ڈیزائن ہر دو کو قابل تردید خیال کرتا ہے۔ ایک سے زائد ممکنہ پیرامیٹر کا سیٹ کو جان نہ سکنے کی بنیاد پر فائن ٹیوننگ کو رد کرتا ہے۔[2] سٹنگر الیکٹران کی پروٹان سے نسبت، الیکٹرمیگنیٹک فورس کی گریوٹی فورس سے نسبت کائنات کے پھیلاؤ کی شرح، کائنات کی کمیتی کثافت اور کاسمولوجیکل کانٹسٹ پر بحث کرتا ہے۔ اور جاندار اشیاء میں پائے جانے والے ڈیزائن کو چیلنج کرتا ہے۔

Complex biological system can evolve from simpler ones by means of natural selection. [3]

یعنی پیچیدہ حیاتیاتی نظام سادہ نظام سے قدرتی انتخاب کے ذریعہ بن سکتا ہے۔ سٹنگر کے مطابق مذہبی اعتقادات کے نام پر معاشرے میں تشدد اور سماجی ظلم وبربریت کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اس کے مطابق انقلابی اسلام میں پائی جانے والی خصوصیات کی جڑیں بائبل میں بھی ملتی ہے۔[4]

سٹنگر مصائب اور اخلاق سے متعلق مسائل ومشاکل کو زیر بحث لاتے وقت مکمل طور پر فطرت پرستانہ طریقہ منہج اختیار کرتا ہے۔ فطرت کی نوعیت کے بارے میں وضاحت کرتے وقت وہ مادہ، قوانین فطرت اور غیر مادہ روح کی توضیح کرتا ہے۔ وہ اس سلسلہ میں فطرت پرستی اور سائنسی مادیت پرستی کو پیش نظر رکھتا ہے۔ اس کے مطابق سائنس فطرت (Nature) کے سوا کوئی شواہد نہیں پاتی[5]۔ سٹنگر سائنسی مادیت پرستی کو مطلق یالازمی حقیقت کے طور پر نہیں لیتا۔ اس کے مطابق یہ Provisional ہے۔ نیز Provisional ہونے کی بناء پر یہ ضروری نہیں کہ غلط ہو۔ اس کے مطابق مادیت پرستی ہمارے بہترین علم پر مبنی ہے ۔ وہ مادہ کی نوعیت اور اس کی حرکت کو تفصیل سے بتاتا ہے۔ بعد ازاں وہ مادہ اور روح کے درمیان فرق بیان کرتا ہے۔ اس کے مطابق مادہ معجزہ نہیں دکھاتا بلکہ روح کرتی ہے۔ اگر کوئی معجزہ دکھائی دے تو یہ روح کی گواہی ہوگی فی الوقت ایسا کوئی دکھائی نہیں دیا۔ سٹنگر الحادنو کے اصولوں کو بالتفصیل بیان کرنے کا عندیہ دیتا ہے۔ اس کے مطابق نوالحادیوں کی جانب سے اختیار کی جانے والی اپروچ سے

سارے کے سارے لادینی، از قسم ملحد، اگناسٹک، انسانیت پرست یا آزاد خیال وغیرہ شامل ہیں خوش نہیں ہیں۔ وہ موڈریٹ مذہب کے بارے میں ملائم طرز عمل اختیار کرتا ہے۔

تنقیدی مطالعہ:

سٹنگر عام سائنسدانوں سے اس امر میں اختلاف کرتا ہے کہ سائنس اور مذہب ایک دوسرے سے مختلف دائرہ کار کے حامل ہیں۔ اس سلسلہ میں وہ Stephen Jay Gould کے Non Overlapping Magisterium کی نفی کرتا ہے[6]۔ اس کے نزدیک گولڈ کی تشریح درست نہیں ہے اور اگر اس کی توضیح درست مان لی جائے تو مذہب ایک اخلاقی فلسفہ تک محدود ہو جائے گا۔ مذہب اکثر ایسے مظاہر کے بارے میں بیان جاری کرتا ہے جو کہ سائنس کے اختیار میں آتے ہیں مثلاً کائنات کا آغاز اور زندگی کا آغاز وغیرہ۔ اس کے مطابق اخلاقیات کے اصولوں کو بھی سائنسی طریقہ کار / نقطہ نظر سے دیکھنے کی ضرورت ہے چونکہ اخلاقیات کے اصول انسانی قابل مشاہدہ رویوں سے تعلق رکھتے ہیں مزید یہ کہ اخلاقیات خدا کی طرف سے عطا کردہ نہیں ہے بل کہ انسانیت کی اپنی سماجی ڈویلپمنٹ ہے۔

وہ سائنس کا خدا اور فوق الفطرت کے بارے میں کچھ کہنے سے عجز کے خیال کی تردید کرتا ہے۔ اس کے مطابق ایسے خیالات کے حامل اکثر سائنسدان درست راہ پر نہ ہیں۔[7] اس کا کہنا ہے کہ خدا جس کی لوگ نسل در نسل عبادت کرتے چلے آرہے ہیں، قابل مشاہدہ ہونا چاہیے اور مشاہدہ 'سائنسی تفتیش' کی بنیاد ہے۔ وہ کہتا ہے کہ الحادیوں کی سب سے اہم بات ان کی مجرد ایمان پر جرح ہے۔ Faith is belief without evidence کو بنیاد بنا کر اس کا کہنا ہے کہ عقیدہ کو کوئی احترام نہیں ملنا چاہیے[8]۔ اس کے مطابق ایمان اصل میں جاہلیت / نادانی اور احمقانہ بات ہے اور معاشرے میں بہت سی برائیوں کا سبب بنتا ہے۔ مذہبی طبقے کی جانب سے یہ کہا جاتا ہے کہ سائنس بھی چند عقائد پر مشتمل ہے۔ سٹنگر کہتا ہے کہ ایمان Faith اصل میں وہ اعتقادات Beliefs ہیں جن کی معاونت کے کوئی شواہد نہ ہوں، جب کہ سائنس کے اعتقادات کے معاون شواہد ہوتے ہیں۔[9]

سٹنگر باب اول میں سیم ہیرس، رچرڈ ڈاکنز، ڈینیل سی ڈینٹ، کرسٹوفر ہیچنز جیسے نوالحادیوں کی مدون شدہ کتابوں کو زیر بحث لا کر الحاد نو کی روایت کو پیش کرتا ہے۔ اس کے نزدیک الحاد نو کی غایت مذہب کی تقدیس و پاکی اور ایک مختار کل خدا کے واجب پرستش ہونے اور مذہب کے بعید از تنقید ہونے کے بیانیہ کو تنقید کا نشانہ بنانا اور مسترد کرنا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ مذہب کی تقدیس اور اسے تنقید سے بالاتر خیال کرنے کا Taboo ڈینیل ڈینٹ کے مذہب کو سائنسی بنیادوں پر زیر بحث لانے کے عمل سے ٹوٹ سکتا ہے۔ پہلے باب کا آغاز مذہب کے متعلق ایک توہین آمیز کلمہ سے کیا ہے اور ہر

کولیٹس سے منسوب قول Religion is Disease دہرایا ہے یعنی کہ مذہب ہی کو بیماری قرار دیا ہے۔ یہاں سے ہی اس کی مذہب سے بیزاری اور تعصب عیاں ہوتا ہے اور وہ پوری کتاب میں یہ رویہ برقرار رکھتا ہے۔

ملحد اور لاادری کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے عدم مداخلت والے ڈی ایسٹ خدا کی توضیح کرتا ہے۔ بعد ازاں وحدت الوجود اور ہمہ از اوست تصورات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہودی مذہبی روایات میں وارد خدا کے تصور پر بحث کرتا ہے۔ سٹنگر کے مطابق تاریخی طور پر سب سے زیادہ عام مذہبی نظریہ شرک کا رہا ہے جس میں متعدد خداؤں کی پرستش کی جاتی ہے اس وقت ہندوازم شرک کا علم بردار ہے۔ جس میں ایک بڑے خدا کے ساتھ سینکڑوں معاون خداؤں کا تصور عام ہے۔ ہندو مذہب Henotheistic ہے چوں کہ اس میں ایک مطلق حقیقت برھما ہے اور دیگر خدا اسی مطلق ذات کے متنوع پرتو ہیں۔ سٹنگر ابراہیمی مذاہب کے تصور خدا کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے اور عیسائیت کی تثلیث (جو کہ مسلمانوں کے نزدیک شرک ہے) کا ذکر کرتا ہے۔ سٹنگر یہودیوں اور عیسائیوں اور مسلمانوں کے خدا کو ابراہیمی خدا کہتا ہے۔ اور اسے God سے موسوم کرتا ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ایک دیومالائی شخصیت قرار دیتا ہے۔

وہ (اپنی اوقات سے بڑھ کر) دعویٰ کرتا ہے کہ اگر ابراہیمؑ تاریخی شخصیت ہوتے تھے تو (نعوذ باللہ) مشرک ہوتے کیوں کہ اس وقت کنعان میں شرک عام تھا۔ دور کی کوڑی لایا ہے۔ اول تو یہ کہ اگر سٹنگر تاریخی روایات کی بنیاد پر کنعان کے باشندوں کے مشرک ہونے پر یقین رکھتا ہے تو اس سے زیادہ مضبوط شواہد تو ابراہیم علیہ السلام کی ہستی کے بارے میں آسمانی صحف اور دیگر تاریخی روایات میں دستیاب ہیں۔ ایک ہی روایت کے چند کرداروں کو اپنی پسند کی بنیاد پر اختیار کر کے دوسرے کرداروں کا انکار علمی خیانت ہے اور مذہب گریز رحجان ہے جس کا اظہار سٹنگر نے باب اول کے آغاز میں ہی کر دیا تھا۔

سٹنگر کے مطابق مذہبی افراد ایک ایسے خدا پر یقین یا ایمان رکھتے ہیں جو انسانوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور اس سے ذاتی طور پر امید رکھی جاتی ہے۔ لہٰذا ملحد سے مراد وہ فرد ہو گا جو کہ اسلام یہودیت اور عیسائیت کے مذہب میں وارد خدا پر یقین نہ رکھتا ہو۔[10] اگر ملحدین سے مراد وہ افراد لیے جائیں جو کہ مذہبی نہیں تو ان میں خدا پرست، بدھسٹ اور دیگر Spiritualists شامل ہو سکتے ہیں۔ ڈی ایسٹ ایسے خدا پر یقین رکھتے ہیں کہ جس نے کائنات کو بنایا اور پھر کائنات کو اپنے بنائے ہوئے قوانین کے تابع کر کے خود لاتعلق ہو گیا ہو۔ وہ خدا زندگی کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتا اور لوگوں کی زندگی پر کوئی توجہ نہیں کرتا۔ اگر ایسے خدا کو خالق مان لیا جائے تو اخلاقیات کہاں سے آئیں گی؟ زندگی کا مقصد کون بیان کرے گا؟ اس بارے میں ڈی ایسٹ مذہب میں کوئی الوہی ہدایات نہیں ہیں۔ اسی طرح

روحانیت پرست ایک اعلیٰ روح کے وجود کے قابل ہیں یا ان کا کہنا ہے کہ کوئی ایک اعلیٰ و ارفع ذات ضرور ہونی چاہیے۔ لیکن وہ ذات مجہول ہے اور اس کا انسانی مقصد حیات سے کوئی سروکار معلوم نہیں ہوتا۔

سٹنگر معاملہ کو آگے بڑھانے سے قبل یہ طے کرتا ہے کہ مذہب کے نقطہ نظر سے لوگوں کو مذہبی (قائم بالذات خدا کے وجود کے قائل) ڈی ایسٹ، بدھسٹ، روح پرست، لاادری اور ملحدین میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ یعنی کے دین دار اور لادین یا فوق الفطرت ہستی پر ایمان رکھنے والے اور مادی فطرت ہی کو آخری سمجھنے والوں میں منقسم ہیں۔ اس کے نزدیک ملحدین سائنس کو دنیا کے سمجھنے کے سلسلہ میں سب سے بہترین طریقہ سمجھتے ہیں۔ سارے سائنسدان ملحد نہیں ہیں۔ اس کے مطابق صاحب ایمان سائنسدان جب مذہبی رسومات ادا کرنے جاتے ہیں تو تنقیدی فکر سے عاری ہوتے ہیں۔ جب کہ سائنسی کام کرنے وقت مساواتوں کے حل میں خدا کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔[11]

سٹنگر مذہبی رسومات میں تنقیدی فکر یا سوچ کے عمل دخل سے انکار کرتا ہے۔ وہ باور کرواتا ہے کہ مذہبی شخص کا دانش اور تنقیدی فکر سے کوئی تعلق نہیں۔ حالانکہ قرآن کریم میں متعدد آیات اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ مومن ہمہ وقت کائنات میں غور و فکر کر رہا ہوتا ہے اور قدرت کی صناعی پر حیراں ہو کر اس صانع کی حمد و ثناء بیاں کرتا ہے۔ یہاں ایک بات اہم ہے کہ آخر تنقیدی فکر کی تشریح کون کرے گا؟ سیدنا ابراہیمؑ کے مشاہدات تنقیدی فکر کے حامل ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ نُرِىْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ* فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ* فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَىِٕنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّاۗلِّيْنَ* فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ* اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾[12]

ترجمہ: ابراہیمؑ کو ہم اسی طرح زمین و آسمانوں کا نظام سلطنت دکھاتے تھے اور اس لیے دکھاتے تھے کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔ چنانچہ جب رات طاری ہوئی تو اس نے ایک تارا دیکھا کہ یہ میرا رب ہے۔ مگر جب وہ ڈوب گیا تو بولا ڈوب جانے والوں کا میں گرویدا نہیں۔ پھر جب چاند چمکتا دیکھا تو کہا کہ یہ ہے میرا رب مگر جب وہ ڈوب گیا تو کہا اگر میرے رب نے میری رہنمائی نہ کی تو میں بھی گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں گا۔ پھر جب سورج کو روشن دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے یہ سب سے بڑا ہے مگر جب وہ بھی ڈوبا تو ابراہیمؑ پکار اٹھا اے برادرانِ قوم میں ان سب سے بےزار ہوں جنہیں تم خدا کا شریک ٹھہراتے ہو۔

یعنی کہ زمین و آسمان میں پھیلی آیات کونیہ ہر کس و ناکس کو دعوت نظارہ دے رہی ہوتی ہے۔ لیکن چند لوگ ہی ایسے ہوتے ہیں جو ان نشانیوں میں غور و فکر کرتے ہیں اور تدبر سے مشاہدہ کرتے ہیں اور پکار اٹھتے ہیں کہ یہ بلا مقصد اور ناحق باطل تخلیق نہیں ہے۔ ان آیات مبارکہ میں اللہ عزوجل آسمانوں اور زمین میں پائے جانے والے نظام کو دکھانے کی بات کرتے ہیں۔ "رَأَى" بصری آنکھ سے دیکھنے کو کہتے ہیں لیکن محض دیکھنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ دیکھنے کے بعد بصیرت کے استعمال سے خالق کی کارگری کو تسلیم کرنا مقصود و مطلوب ہے۔ یہیں تنقیدی فکر تحقیق میں شامل ہوتی ہے۔ ابراہیمؑ نے اپنے قلب، بصارت اور سماعت جیسی صفات کا مختلف تناظر سے استعمال کر کے آخر کار یہ جان لیا (ایمان لے آئے) کہ اللہ ہی رب السماوات والارض ہے۔ ایک سلیم الفطرت اور سلیم النظر انسان کیسے آثار کائنات کا مشاہدہ کر کے اور ان پر غور و فکر اور صحیح استدلال کر کے امر حق معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ حقیقت کا انکشاف ہونے کے فوراً بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا Thesis اس صورت میں بیان ہوا کہ:

﴿اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

میں نے تو یک سو ہو کر اپنا رخ اس ہستی کی طرف کر لیا ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں۔

بنیادی طور پر تنقیدی فکر کا لازمی نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ انسان مختلف ممکنہ تناظر کو دیکھتے ہوئے ایک حتمی نتیجہ کو حاصل کرتا ہے۔ سیدنا ابراہیمؑ کا قصہ دراصل یہ جاننے کی سعی تھی کہ اس کائنات کا رب کون ہے؟ یقیناً اس ضمن میں چند صفات پیش نظر رہی ہوں گی۔ یعنی کہ رب وہ ہے کہ جسے زوال نہ ہو، وہ ہمیشہ دستیاب ہو اور وہ اعلیٰ و ارفع صفات کا حامل ہو۔ فکری ذریعے سے حق کو معلوم کر لینے اور اس رب کی کامل معرفت کے حصول کے بعد بس اسی کی طرف اپنا رخ کر لینا ہی حکمت کا تقاضا ہے۔ تنقیدی فکر سے مراد حقیقت مطلق کا ادراک کرنا ہے اور مروجہ تناظر سے ہٹ کر حقیقی تناظر کی معرفت حاصل کرنی ہے اور ایسا صرف ذہنی مشق کے لیے نہیں بلکہ دنیاوی اور اخروی فلاح و نجات کے لیے کیا جانا چاہیے۔

سٹنگر کے نزدیک کائنات محض مادہ پر مشتمل ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ:

As for as science can tell, the universe is matter and nothing more. [13]

سٹنگر قبل ازیں مادہ اور توانائی کو آئن سٹائن کی مادہ توانائی مساوات کے تحت ایک ہی نوع قرار دے چکا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے سائنس ہمیں یہ بتلاتی ہے کہ کائنات صرف مادی ہے۔ اس میں غیر مادی نام کی کوئی شے نہیں ہے۔ اور مستقبل میں اگر مادہ کے سوا کوئی شے دریافت ہو جاتی ہے جو کہ فی الوقت معلوم نہیں تو بھی وہ فطری کہلائے گی،

فوق الفطرت نہیں کہلائے گی۔ تب بھی ملحد اور صاحب ایمان کے درمیان فرق بر قرار رہے گا۔ سٹنگر کہتا ہے کہ ملحد کے نزدیک مادہ سے پرے کسی اور شے کو کائناتی ماڈل میں شامل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ سٹنگر یہاں ملحدین کے نقطہ نظر کو سائنس پرستی سے علاحدہ قرار دیتا ہے۔

اس کے مطابق 'ملحدین' مذہبی لوگوں کے مقابلہ میں زندگی سے زیادہ محبت کرتے ہیں چوں کہ زندگی تو بس دنیا کی زندگی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ ملحدین کا صرف ایک تقاضا ہے کہ جب بھی کوئی دعویٰ کیا جائے تو سائنس اور عقل کو اس دعویٰ کی جانچ کا حق ہونا چاہیے۔ سٹنگر ملحدین کی دو اقسام منفی اور مثبت الحاد میں تقسیم کرتا ہے اور لاادریت کو بھی نیگیٹِو ایتھزم میں شمار کرتا ہے۔ اس کے مطابق منفی الحاد بس عدم اعتقاد / Non-belief ہے۔ پازیٹِو ایتھزم کو اختیار کرنے والا لادین مذہبی خدا، آخرت، روح اور وحی کا منکر ہوتا ہے۔ سٹنگر کے مطابق فی الوقت دنیا میں 16 فیصد لوگ لادین ہیں اور یہ تعداد ایک ارب سے زائد بنتی ہے۔ سٹنگر نوبل انعام یافتہ طبیعات دان سٹیون وین برگ کا قول دہراتا ہے۔

The more the universe seems comprehensible, the more it also seem pointless[14].Religion is an insult to human dignity. With or without it you would have good people doing good things and evil people doing one thing. But too good people to do evil things that takes religion[15].I think ----we should avoid using the term "spiritual" ----selflessness ----we see supernatural.

یعنی محبت، برداشت، ایثار جیسے اوصاف خالص طبیعاتی قوتوں کی وجہ سے سامنے آتے ہیں، ان کے پیچھے کوئی روحانیت نہیں ہے۔ وہ لفظ روحانیت یا روحانی کے استعمال پر تنقید کرتا ہے۔ اس کے مطابق اکثر لوگ روحانی سے مراد مافوق الفطرت بتاتے ہیں۔ دراصل انسانی احساسات اور جذبات جیسے غیر مادی محرکات کی سائنسی بنیادوں پر تشریح کے ذریعے سٹنگر مادی اشیاء کے وجود کا انکار کر رہا ہے۔ حالانکہ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس کائنات رنگ و بو میں جمالیات اور دیگر جذبات و میلانات کی ابھی تک مکمل سائنسی شرح ممکن نہیں ہو سکی۔ نیز جبلت اور وجدان کی سائنسی تشریح ممکن نہیں ہو سکی۔ مزید یہ کہ روح انسانی کا متبادل دستیاب نہیں ہے۔ سٹنگر کا کہنا ہے کہ:

According to conventional interpretation of quantum mechanics, nothing "cause" the atomic transitions that produce that produce light or the nuclear decay that produced nuclear radian. These happen spontaneously and only their probabilities can be calculated:[16]

ملحدین کے ہاں Nothing کو کامل عدم کی صورت نہیں لیا جا سکتا۔ اسکے برعکس یہ بھی ایک طرح سے Something کے زمرہ میں آتی ہے۔ ایٹمی سطح پر Transitions بظاہر خودکار معلوم ہوتی ہے لیکن اس کا بھی

کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہوتا ہے۔ مثلا ایٹم کے مرکزہ میں نیوٹران اور پروٹان کی نسبت وغیرہ۔ ملحدین کی مزعومہ عدم (Nothing) کی اصلیت پر کوئی بحث نہیں ہے۔ کوئی بھی عمل Random نہیں ہوتا بلکہ کسی قاعدے کے تحت وقوع پذیر ہوتا ہے۔

سٹنگر، کرسٹوفر ہچنز کی کتاب God is not Great: How Religion Poisons Everything کو الحاد نو کی ترویج کے سلسلہ میں ایک شاہکار سمجھتا ہے۔ ہچنز، سلمان رشدی (ملعون) سے قریبی تعلق رکھتا ہے اور اسلامی روایات کی پاسداری کو Islamic Fascism قرار دیتا ہے۔ God is not Great دراصل مسلمانوں کے نعرہ اللہ اکبر کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی ہے۔ وہ مذہب کو کسی صورت لائق تکریم قرار دینے کا منکر ہے۔ اس کے مطابق

Faith should not be exonerated, should not be treated with respect... absurd.[17]

سٹنگر کے مطابق الحاد نو کے قضایا میں سے ہے کہ ایمان و عقیدہ کو تنقید سے مبرا نہیں ہونا چاہیے اور اس کے واجب الاحترام ہونے سے بھی انکاری ہیں۔ مزید یہ کہ عقیدہ اور ایمان (Faith) جب معاشرے کو نقصان پہنچا رہے ہوں تو اس کی مذمت کی جانی چاہیے۔ فی الحقیقت عقیدہ ایک بے معنی (Absurd) شے ہے یعنی کہ عقیدہ نا معقول ہے۔ قبل ازیں سٹنگر بھی اس طرح کے بیانات حتمی طور پر پیش کر چکا ہے۔ حالاں کے عقیدہ و ایمان کو سرے سے 'لایعنی' اور 'لا معقول' قرار دینا مضحکہ خیز ہے۔ آیا سٹنگر نے مذہبی متون کا بالاستیعاب مطالعہ کر کے یہ رائے اختیار کی ہے؟ ایسا نہیں ہے۔ معاشرے میں مذہب و عقیدہ کے احترام کی وجہ اس کا امر واقعی کے طور پر تسلیم کرنا ہے۔ نو الحادی مذہب کے بے خطر ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک مذہب دنیا میں انتہائی سخت جھگڑوں کا باعث ہے۔ اور آزاد خیالی اور معروضی حقائق کی راہ میں رکاوٹ ہے حالانکہ یہ دونوں جدید معاشرے کے مسائل کے حل کے لیے لازمی حیثیت کے حامل ہیں۔[18]

مروجہ سائنسی نظریات کے برعکس سائنسی دریافتوں نے الہیات کے موضوع کو واپس اکیڈمکس کی بحثوں میں شامل کیا۔ الحاد جدید کی لہر 1990ء کے بعد شروع ہوئی۔ جدید الحاد کی بنیاد سائنسی اور فلسفیانہ دلائل ہیں۔ اکثر معاصر ملحد ائمہ فلسفیانہ فطرت پرستی کے بھی پیروکار ہیں۔ الحاد نو، الحاد اور لادینیت کی ترویج کے لیے ایک سماجی اور سیاسی تحریک کے طور پر سامنے آیا ہے۔ اس کو اختیار کرنے والے انقلابی ملحدین رچرڈ ڈاکنز، سیم ہیرس، ڈینیل سی ڈینٹ، کرسٹوفر ہیچنز کو الحاد نو کے 4 شہ سوار قرار دیا جاتا ہے۔ نو الحادیوں کے مطابق مذہب کے ساتھ رواداری رکھنے کے بجائے اس کا جواب دینا چاہیے۔ اس پر تنقید کرنی چاہیے اور اس کی کمزوریوں کو عقل دلائل کے ساتھ لوگوں پر عیاں کرنا چاہیے۔ چین کی نصف آبادی کو ملحدین میں شمار کیا جاتا ہے لیکن یہ الحاد مغربی فکر و فلسفہ کا شاخسانہ نہیں ہے۔ اس

میں باقاعدہ مذہبی بنیادوں پر شمار نہ ہونے کی وجہ سے ملحدین کا تناسب کا معلوم ہونا ممکن نہیں۔ چینی حکومت کی ریاستی پالیسی میں مذہب کا سرے سے کوئی دخل نہیں ہے۔

سائنسی ملحدین کے نزدیک ہمارے مسائل کا حل سائنس میں ہے نہ کہ فلسفہ میں۔ نیز وجود خدا ایک سائنسی مسئلہ ہے۔ ان کے نزدیک خدا ایک غیر احتمالی سائنسی مفروضہ ہے کیونکہ یہ سائنسی مفروضے کی ضروریات پر پورا نہیں اترتا اور اگر "خدا کا مفروضہ" سائنسی نہیں تو پھر یہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ سائنسی ملحدین کے پولیٹیکل مقاصد ہیں۔ ان کے نزدیک مذہب ایک ایسا مظہر ہے جو کہ معاشرے کے لیے مضرت رساں ہے بلکہ ایک برائی/شر ہے اور مذہب مغربی اقدار، آزادی، مساوات اور جمہوریت کا دشمن ہے۔ "خالق خدا" کا وجود انتہائی لا امکانی ہے۔ ارتقا کے ذریعے ایسا وجود شہود نہیں پا سکتا جو کہ ڈیزائن اور تخلیق کا عمل سرانجام دے سکے۔ کروڑوں سال کے ارتقاء کے باعث انسان کو وجود حاصل ہوا جب کہ پیچیدہ خالق کے وجود کے لیے بہت طویل عرصہ درکار ہے۔[19] سائنسی ملحدین مذہبی عقائد کو غیر عقلی اور نقصان دہ قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک مذہبی عقائد کے ساتھ بامعنی مذاکرات نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ جوازیت کا معیاری طریقہ اختیار نہیں کیے ہوئے اور ان کا عقیدہ عقلی نہیں ہے۔

الحادنو کے نظریات

1. نیچر کے ماسواء انسان اور دیگر مخلوقات (کوئی دوسری شے وجود نہیں رکھتی، کوئی خدا نہیں، کوئی روح نہیں اور حیات بعد الممات کی کوئی حقیقت نہیں۔
2. نیچر اپنی خود پیدا کنندہ ہے۔ یہ خدا کی تخلیق کردہ نہیں ہے۔
3. کائنات کا مجموعی طور پر کوئی مقصد نہیں اگرچہ ایک شخص انفرادی طور پر بامقصد زندگی گزار سکتا ہے۔
4. خدا کا کوئی وجود نہیں ہر طرح کے اسباب اور تشریحات محض سائنس کے ذریعے سمجھے جا سکتے ہیں۔
5. زندہ اشیا کے مختلف النوع خصائص بشمول انسانی ذہانت اور رویوں کو خالص فطری اصلاحات کے ذریعے سمجھا جا سکتا ہے یا تشریح کی جا سکتی ہے۔
6. خدا پر ایمان کثیر برائیوں کا سبب بنتا ہے لہذا اس کا اخلاقی بنیادوں پر رد ہونا چاہیے۔
7. اخلاقیات خدا پر یقین ہونے پر منحصر نہیں ہیں۔ بد عقیدہ لوگ عقیدے کے حامل افراد سے زیادہ بہتر رویوں کے حامل ہیں[20]۔

نو الحادی خدا کے مجسم تصور کے ناقد ہیں۔ وہ شواہد یا گواہی کے بجائے عقیدہ ویقین کی بنیاد پر خدا کو ماننے کی وجہ سے انسان پر تنقید کرتے ہیں۔ نو الحادی Faith کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ وہ ایمان اور عقیدہ کو بلاشبہ درست

تسلیم کرنے کے منکر ہیں۔[21] ان کے مطابق ایمان و عقیدہ دراصل بلا شواہد گواہی پر یقین رکھنے کے مترادف ہیں۔ گواہی دراصل سائنسی طور پر قابل آزمائش، اور تجرباتی طور پر دستیاب یا پھر عملی طور پر قابل مشاہدہ ہونی چاہیے۔ ان کے نزدیک غیر معمولی دعوٰی کے لیے غیر معمولی آزمائش درکار ہے۔ مذہب کے مطابق عقیدہ دراصل انسان کا اپنے خدا سے ایک معاہدہ ہے۔

نو الحادیوں کے مطابق عقیدہ کمزور ذہنیت کو ظاہر کرتا ہے وہ ہر طرح کے عقائد کو غیر عقلی قرار دیتے ہیں۔ بائیوکیمسٹ Jacques Monod علم کی اخلاقیات کے تحت دعوی کرتا ہے کہ علم وہی ہے جو معروضی آزمائش سے گزر سکے۔ بعد ازاں مونوڈ نے تسلیم کیا کہ معروضیت کی صداقت کو معروضی طور پر نہیں جانا جاسکتا۔ اس صورت میں ادراک Perception کے بارے میں سوال اٹھتا ہے کہ اس کی نوعیت کیا ہو گی اور ادراک کیسے مکمل طور پر معروضی ہو سکتا ہے۔ ہاٹ کہتا ہے کہ کیا کوئی شخص معروضی طور پر ثابت کر سکتا ہے کہ معروضیت ایک حق سچ یا صداقت ہے ؟[22]

نو الحادیوں کا کہنا ہے کہ سائنسی فہم کے مطابق ایمان یا عقیدہ دراصل غیر صحیح یا بے قاعدہ ذہنی کوشش ہے۔ جبکہ مذہب کے مطابق ایمان یا عقیدہ ایک انسان کا اپنے آپ کو کامل طور پر خدا کے حوالے کر دینا ہے۔ اسی لیے ایمان کے عقیدہ کے ساتھ ہی مذہبی رسومات پائی جاتی ہیں۔ لیکن نو الحادیوں کے مطابق عقیدہ دراصل بلا شواہد کسی پر یقین کرنے کے مترادف ہے۔ ان کے نزدیک عقیدہ ایک مفروضہ کی مانند ہے جس کے متبادل خدا یا روح کا مفروضہ ہے۔ چونکہ خدا یا روح کا مفروضہ سائنسی شواہد کی عدم دستیابی کی وجہ سے سائنسی طور پر ثابت نہیں ہو سکتا اس لیے ذی فہم انسان ان عقائد سے دور ہی رہتا ہے۔ مزید یہ کہ اگر کل کلاں سائنسی طور پر یہ مفروضہ جات درست ثابت ہو جاتے ہیں تو مذہبی لوگوں کا عقیدہ اب بجائے عقیدہ کے علم کہلائے جانے کے حقدار ہے۔ نو الحادیوں میں خاص طور پر ہیرس یہ دعوت دیتا ہے کہ عقیدہ (Faith) کو ترک کر کے عقل (Reason) یا دلیل کو اختیار کرنا چاہیے اور مذہب کو بطور نیچرل مظہر کے مطالعہ کرنا چاہیے۔ سائنس خدا کے سوال بارے بحث کر سکتی ہے۔[23] یہ سائنٹزم ہے۔ سائنٹزم کا کہنا ہے کہ عقیدا اور ایمان کچھ نہیں لیکن سائنٹزم کو قبول کرنا بھی ایک ایمان لانے کے مترادف ہے کیونکہ سائنٹزم کے اصول عقیدہ کے مترادف ہیں۔ نو الحادیوں کے مطابق تھیالوجی اب اتنی بھی اہم نہیں رہی اور سائنٹزم کا سائنس سے اتنا ہی تعلق ہے جتنا حرفت کا عقیدہ کے ساتھ ہے۔ اس سلسلہ میں ہاٹ کا کہنا ہے:

In this respect the new atheism is very much like the old secular humanism rebuked by hard core atheists for its mousiness in facing up to what the absence of God should really mean.[24]

نو الحادیوں کے دلائل دینے کی حکمت عملی یہ ہے کہ وہ پہلے تو اپنے قاری کو ورغلاتے ہوئے ان کو اس بات پر آمادہ کرتے ہیں کہ وہ مان لیں کہ خدا پر یقین رکھنا ایک طرح کا مفروضہ ہے اور یہ مفروضہ مذہب میں اسی طرح کارآمد ہے جس طرح کہ سائنس میں کارآمد ہے۔ سائنس میں مفروضہ ایک Conceptual Framework ہوتا ہے جو کہ قابل اعتماد مشاہدہ یا تجربات کی تفہیم میں مدد دیتا ہے تو کیا خدا بھی ایک مفروضہ ہے؟

سائنس کی تلوار سے موسوم باب سوم میں سٹنگر یہ سوال اٹھاتا ہے کہ کیا سائنس مافوق الفطرت کا مطالعہ کر سکتی ہے؟ آغاز میں وہ کہتا ہے کہ توہم پرستی کے خلاف معرکہ میں سائنس سے زیادہ طاقت ور تلوار کوئی نہیں چلا سکتا۔ اس کے نزدیک الحاد نو کا انحصار سائنسی شہادتوں اور عقلی دلائل پر ہے۔ وہ ان لوگوں کے نقد کا رد کرتا ہے جن کے نزدیک سائنس مدعی باطل اور لاف زن ہے اور سائنس کے حامل اسی طرح کا عقیدہ رکھتے ہیں جس طرح مذہب کے حاملین۔ پال ڈیویز کے بیان: Science has its own faith based belief system پر نقد کرتے ہوئے سٹنگر کا کہنا ہے کہ نیو ایتھیئٹس کے سائنس پر اعتماد کی وجہ اس کا عملی طور پر کام یاب ہونا ہے۔ مابعد الطبیعاتی مفروضہ جات سے منطقی طور پر مشکوک طریقے سے استخراج شدہ دعویٰ جات سے سائنس کا کوئی سروکار نہیں ہے۔ اس کے مطابق اس عقیدہ کی نسبت سائنسدانوں کی طرف کی جا سکتی ہے کہ کائنات عقلی ہے یا کم سے کم اس میں باقاعدگی ہے۔[25] سٹنگر کے نزدیک سادہ سی بات ہے کہ سائنس سے مراد عقلی طریقہ ہائے کار کے ذریعے ڈیٹا کا حصول اور تجربہ اور ڈیٹا میں غلطی کی گنجائش کو کم سے کم کرنے کے لیے مخصوص قواعد کی پیروی کرنا۔ یعنی سائنس ایک منہاج یا طریقہ کار ہے۔ وہ سائنس کو مابعد الطبیعات سے ممیز کرتا ہے۔[26] توہم پرستی انسانیت کے وقار کے منافی ہے۔ اس سے انسان کے اعتقادات میں ضعف پیدا ہوتا ہے اور نتیجہ کے طور پر اس کی صلاحیتوں کے بر محل استعمال میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ قدیم و جدید اساطیری قصے کہانیوں کے پیچھے توہم پرستی ہی کا کردار ہے۔ اسلام ہر طرح کی توہم پرستی سے منع کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿قَالُوا طَائِرُكُم مَّعَكُمْ أَئِن ذُكِّرْتُم بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ﴾

رسولوں نے جواب دیا "تمہاری فال بد تو تمہارے اپنے ساتھ لگی ہوئی ہے کیا یہ باتیں تم اِس لیے کرتے ہو کہ تمہیں نصیحت کی گئی؟ اصل بات یہ ہے کہ تم حد سے گزرے ہوئے لوگ ہو"۔

سٹنگر کا کہنا ہے کہ توہم پرستی کے خلاف جنگ محض سائنس ہی لڑ رہی ہے۔ ایک مغالطہ ہے۔ سائنس کے غیر سائنس کے بارے میں متعدد نظریات ہیں۔ مادی مظاہر سے ہٹ کر غیر مادی مظاہر پر یقین رکھنا قطعاً توہم پرستی نہیں۔ توہم پرستی کے خلاف ہی تو اسلام جنگ لڑ رہا ہے۔ توہم پرستی کی جامع اور مانع تعریف کر کے اس کی بیخ کنی کی

کوشش کرنا مقصود ہو تو پھر سائنس اور مذہب کا کوئی بیر نہیں۔ مذہبی اعتقادات قطعی طور پر وہم کے زمرے میں نہیں آتے چونکہ وہ اللہ کی طرف سے بصورت وحی اور نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے مشاہدات ہوتے ہیں اور انسانوں کے پاس بطور خبر موصول ہوتے ہیں۔ مزید یہ کہ ہر ایسی فضایا حس جس کی حسی یامادی دلیل نہ ہو، باطل نہیں ہوتا۔ دلیل یا ثبوت حسی کے علاوہ عقلی اور خبری بھی ہوسکتے ہیں۔

Becky Garrison سٹنگر کے بیانیہ (سائنس ہر بارے میں رائے دے سکتی ہے) پر تنقید کرتے ہوئے کہتا ہے کہ سائنس کیسے زمینی تجرباتی معیارات (از قسم وزن، پیمائش اور ریاضیاتی پیمائشوں کا استعمال) کے ذریعے خدا کا جائزہ لینے کی کوشش کرتی ہے حالاں کہ وہ زماں و مکاں اور مادہ سے ماوراء ہے۔ اس کے مطابق سٹنگر کی تنقید کوئی وزن نہیں رکھتی۔[27] سٹنگر نیشنل اکیڈمی آف سائنسز کے بذیل بیانیہ پر بھی تنقید کرتا ہے اور ان کے ماورافطرت زدہ ویو پر دکھ کا اظہار کرتا ہے۔

Science is a way of knowing about the natural World. It is limited to explaining the natural world through natural causes. Science can say nothing about the supernatural. Whether God exist or not is a question about which science is neutral.[28]

سٹنگر اپنے بیان کی مضبوطی کے لیے اعداد و شمار پیش کرتا ہے کہ اکیڈمی کے صرف 7 فیصد ممبران ہی مذہبی ہیں، باقی لامذہبی ہیں۔[29] آگے چل کر سٹیفن جے گولڈ (امریکی ماہر رکازیات) کی سائنس اور مذہب کے درمیان مفاہمت پر مبنی بیان کو حقیقت سے مبرا قرار دیتا ہے۔ NOMA کے تحت گولڈ کا کہنا ہے کہ:

Science concerning itself with understanding the natural world while religion deals with issues of morality[30].

یعنی سائنس کا تعلق نیچرل دنیا سے ہے جب کہ مذہب اخلاقیات سے متعلق مسائل سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ سائنسی سیکولرازم معلوم ہوتا ہے۔ دینی لحاظ سے NOMA درست بیان نہیں ہے۔ سٹنگر کہتا ہے کہ سائنس اور مذہب کے معرکہ کو کم کرنے کے لیے سٹیفن جے گولڈ کے پیش کردہ NOMA کے تصور کی بہت سے مذہبی ولامذہبی سائنسدانوں نے کی توثیق کی ہے۔ وہ NOMA کی تردید کرتا ہے۔ اس کے مطابق

Religion makes claims about the world and science studies moral behaviour these facts, prove could observation to be fallacious [31]

سٹنگر، سٹیفن گولڈ کی رائے کو تسلیم نہیں کرتا۔ اس کے مطابق سائنس زندگی کے ہر میدان میں رائے دے سکتی ہے۔ سائنس اور مذہب کے magisterium ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہیں۔

سٹنگر دعاؤں کی قبولیت کے سائنسی مشاہدات پر نقد کرتا ہے۔ اس کے مطابق سائنسدان دعاؤں کے اثر / فعالیت / تاثیر / کے تجرباتی ثبوت اکھٹا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ:

If these experiments had yielded any positive results that were independently verified replicated and found to be sound to the consensus of the scientific community, then even new atheist would have to admit that this would be at least preliminary evidence for the existence of God warranting further study[32]

یہاں دعاؤں کے اثرات پر سٹنگر خود ہی معیار طے کرتا ہے۔ دعا کی حکمت اور فلسفہ جانے بغیر اس کو حقیقت سے مبرا قرار دینا یک طرفہ فیصلہ ہے۔ مذہبی نقطہ نظر سے دعا دراصل ایک انسان کی اپنے خالق کے سامنے عاجزی کا اظہار ہے۔ دعاؤں میں اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں سے اس کی عظمت، بڑائی اور قدرت انسانی ذہنوں پر عیاں ہوتی ہے۔ دعاؤں کے مواد پر تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ کے تناظر میں انسان کی معاملات زندگی میں بہتری کے لیے استدعا و التجا ہوتی ہے۔ انسان اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہے تو اسے نفسیاتی طور پر بھی سکون ملتا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاۗءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ﴾[33]

کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے جبکہ وہ اُسے پکارے اور کون اس کی تکلیف رفع کرتا ہے؟ اور (کون ہے جو) تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (یہ کام کرنے والا) ہے؟ تم لوگ کم ہی سوچتے ہو۔

﴿وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ﴾[34]

اور میں اپنا معاملہ اللہ ہی کے سپرد کرتا ہوں بے شک وہ اپنے بندوں (کے کاموں) کو دیکھ رہا ہے۔

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾[35]

اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائیاں عطا فرما اور آخرت کی بھلائیاں بھی عطا فرما!

﴿اَنِّىْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾[36]

اے میرے پروردگار مجھے مصیبت نے آلیا ہے اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے!

وحی الٰہی سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف ادوار میں انسانی دعاؤں کے معجزاتی نتائج حاصل ہوتے۔ مثلاً ایوب علیہ السلام کی دعا پر ان کا شفایاب ہونا، حضرت یونسؑ کا مچھلی کے پیٹ میں دعا کرنے پر نجات پانا اور دیگر واقعات لیکن سٹنگر دعاؤں کے فوری نتائج کے سائنسی شواہد کا متلاشی ہے۔ دعا اللہ عزوجل کو دیا گیا کوئی حکم نہیں کہ اس کی تعمیل فوری طور پر ہو جائے۔ یہ استدعا و التجا ہے جس کی قبولیت اللہ تعالیٰ کی صوابدید پر ہے۔ ملحدین کی شرائط پر دین کی جانچ

کرنا ایسا ہی ہے جیسے تھرمومیٹر کے ساتھ لمبائی کی پیمائش۔ دعاؤں کا سننا یا ان کے عملی اثرات ثانوی درجہ کے مباحث ہیں۔ اصل مبحث وجود باری تعالیٰ ہے اگر اس پر اتفاق ہو جائے اور اس کی صفات کا ادراک ہو جائے تو طاقت و قدرت رکھنے والے خدا کے لیے کیا ممکن نہیں؟ وہ لوگوں کے حالات میں تبدیلی لانے پر قادر ہونے کے ساتھ حکمت و دانش کا مصدر بھی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ انسان کے لیے کون سے حالات بہتر ہیں۔ ممکن ہے ایک انسان جس شے کو خیر سمجھتا ہو، وہ شر ہو۔

دعاؤں کا اثر طبیعی کاز اینڈ ایفکٹ کے اصول کے تحت ہونا ضروری نہیں۔ یہ ایک الوہی معاملہ ہے اور اللہ تعالیٰ انسانوں کے چاہنے سے تصرف نہیں کرتا بل کہ اس کی اپنی مشیت اور ارادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک تدبیر امر بھی ہے۔ وہ رب السماوات والارض ہے اور کائنات سے تعلق قائم رکھے ہوئے ہے۔ ایک مسلمان اس کی صفت 'السمیع' اور 'البصیر' کو پیش نظر رکھ کر القادر ہونے کی وجہ سے اس سے اپنی بے بسی اور بے مائیگی بیان کرتا ہے۔ اب اللہ کی مرضی ہے کہ وہ کب اور کس طرح سے اس کے معاملات درست کر دے۔ انبیائے کرام پر بھی مشکلات آتی۔ چند انبیاء کو قتل تک کر دیا گیا۔ دنیا دار العمل ہے لہٰذا یہاں ہر معاملہ میں معجزات رونما نہیں ہوتے ورنہ روزگار زندگی کیسے چلتا۔ یہاں عموماً قوانین فطرت نافذ العمل ہیں۔ ان قوانین کو عموماً اللہ رب العزت تبدیل نہیں فرماتے اور جب چاہیں تو نارمل برتاؤ سے ہٹ کر الوہی منصوبہ کے تحت بظاہر غیر عمومی مظاہر سامنے آسکتے ہیں۔

سٹنگر کے مطابق ابھی تک کے تجربات سے یہ گواہی نہیں ملی کہ دعائیں کام کرتی ہیں۔ چونکہ خدا سنتا اور دعاؤں کا جواب دیتا ہے۔ وہ خدا ہی کیا جو کہ سائنسی آلات کے ذریعے تلاش کیا جاسکے؟ ماورا خدا کا سائنسی آلات کی دسترس میں آنا بے معنی ہے۔ اس سلسلہ میں سٹنگر جان ہاٹ کے بیان کو ہدف تنقید بناتا ہے۔ جان ہاٹ کے مطابق

Any deity whose existence could be decided by something as cheap as evidence could never command anyone's worship.[37]

بلاشبہ ہر گواہی / شہادت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن کریم میں جابجا اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ نشانیوں پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ جیسا کہ ارشاد تعالیٰ ہے۔

﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

ترجمہ: کہہ دیجئے تم چلو پھرو زمین میں پھر دیکھو کیسے اس نے پہلی بار پیدا کیا مخلوق کو پھر اللہ ہی پیدا کرے گا دوسری بار۔ بے شک اللہ ہی ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے۔

اس سے پہلی آیت کا مفہوم ہے کہ کیا بھلا انہوں نے دیکھا نہیں کہ کیسے پیدا کرتا ہے اللہ مخلوق کو اور پھر وہ لوٹائے گا اسے بلاشبہ یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔ انسان جب بھی مخلوق پر غور کرتا ہے تو فوراً اس کے خالق کی طرف توجہ منتقل ہو جاتی ہے۔ تخلیقی قدرت پر غور کرنے سے ایک خدا کا تصور انسان کے دماغ میں راسخ ہو جاتا ہے۔

جان ہاٹ کے مطابق نوالحادیوں کا یہ عقیدہ غیر جوازیت پر مبنی ہے کہ دنیا Rational ہے۔ سائنس اصل میں Rational طریقہ کار اختیار کرتی ہے جس کے تحت ڈیٹا اکٹھا کیا جاتا ہے۔ پھر اس کا تجربہ کرتے ہوئے مخصوص قواعد کو اختیار کرتے ہوئے ماڈلز بنائے جاتے ہیں۔ ان ماڈل کو غلطیوں سے پاک رکھنے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے۔ سٹنگر کے مطابق سائنس کسی عقیدہ یا مذہب پر مبنی نہیں ہے۔

All science proceeds on the assumption that nature is ordered in a rational and intelligible way.[38]

سٹنگر کہتا ہے ہمارا سائنس پر اعتماد اس کی عملی کامیابی کی وجہ سے ہے۔ یہ اعتماد مابعد الطبیعاتی مفروضہ جات سے منطقی طور پر اخذ کردہ نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں جان ہاٹ کا کہنا ہے کہ:

If God exists then interpersonal experience not the impersonal objectivity of science, would be essential to knowledge of This God.[39]

سٹنگر سائنس اور مذہب میں فرق بتاتے ہوئے رقم طراز ہے:

Faith has no checks and balances, no follow- of investigation to see if an intuition works science does. [40]

یعنی وجدان کے کام کرنے میں ایمان کا کوئی چیک اینڈ بیلنس نہیں ہوتا۔ فالو اپ میں تفتیش و تحقیق نہیں ہوتی۔ اس کے برعکس سائنس ہمیشہ تحقیق و تفتیش میں مصروف عمل رہی ہے۔ یہ ایمان پر ایک سخت تنقید ہے۔ ایمان کی تعریف ہی یہی ہے کہ یہ بصیرت کی بنیاد پر ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔

وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِمْ بِآيَةٍ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ مِنْ رَبِّي هَٰذَا بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ [41]

اے نبیؐ جب تم ان لوگوں کے سامنے کوئی نشانی پیش نہیں کرتے تو یہ کہتے ہیں کہ تم نے اپنے لیے کوئی نشانی کیوں نہ انتخاب کر لی۔ ان سے کہو میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب نے میری طرف بھیجی۔ یہ نصیحت کی روشنیاں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو انہیں قبول کریں۔

وحی دراصل اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ بصیرت کی روشنیاں ہیں۔ یہ روشنیاں نبی اکرم ﷺ کی جانب سے توثیق کردہ ہیں۔ دین، ایمان و یقین کی بات کرتا ہے اور تشکیک سے دور کرتا ہے۔ سائنس میں ہمہ وقت چیک اینڈ بیلنس کے عمل کا جاری رہنا اور تحقیق و تفتیش کا جاری رہنا اس کے بنیادی تقاضوں میں سے ہے۔ اب اس سے سائنس

اور ایمان کیسے مد مقابل ٹھہرائے جاسکتے ہیں۔ سائنس کا علم احتمالی ہوتا ہے جب کہ دین کا علم یقینی ہوتا ہے۔ ایک انسان حسوں کے استعمال کے ذریعہ حتی المقدور کوششوں کرتے ہوئے حقیقت کے ادراک تک پہنچتا ہے اور دوسرا ذات حقیقی کی جانب سے کائنات کی حقیقت کے بارے میں نازل کردہ حقائق کا عرفان حاصل کرتا ہے۔

سائنس اور مذہب کے درمیان ٹکراؤ کا بیانیہ انیسویں صدی میں سامنے آیا۔ اس سلسلہ میں اولین کام جے ڈبلیوڈ ریپر اور اے ڈی وائٹ کی بذیل کتب میں دیکھا جاسکتا ہے۔

1. History of conflict between science and religion
2. History of the welfare of science with the theology

جان ٹمپلٹن فاؤنڈیشن کی جانب سے پیش کردہ Complementarity اپروچ پر سٹنگر کا نقد ظاہر کرتا ہے کہ وہ سائنس اور مذہب کے درمیان ہم آہنگی کو کسی صورت احتمالی ماننے سے انکاری ہے۔ جان ٹمپلٹن فاؤنڈیشن سالانہ اربوں روپے مالیت سائنس اور مذہب میں مفاہمت کی غرض سے کی گئی تحقیق کے نام پر خرچ کرتا ہے۔ مشہور ماہر طبیعیات پال ڈیویز نے 1996 میں ٹمپلٹن پرائز حاصل کیا جس کی مالیت نوبل پرائز سے زائد ہے۔

سٹنگر کے مطابق ارتقاء کے بارے میں تمام شواہد عیاں ہیں۔ فطری چناؤ ڈارون کے نظریہ ارتقاء کی بنیاد ہے۔ یہاں مختلف عیسائی فرقوں سے متعلق اعداد و شمار بیان کر کے یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ اب بھی عیسائیوں کی بڑی تعداد فطری چناؤ کے بالمقابل ارتقاء کے معاملہ میں امر خدائی ہی کو یقینی تصور کرتی ہے۔ ارتقاء دراصل خدا کا ایک شاندار منصوبہ ہے۔ سٹنگر ڈارونزم کی حمایت میں دعویٰ کرتا ہے کہ

Theory of evolution that is universally endorsed by virtually all working biologists and all major societies, including national academy of science.[42]

یہاں ارتقاء اور ڈارونزم کو خلط ملط کر دیا گیا ہے۔ ارتقاء سے اتفاق یہ لازم نہیں کرتا کہ یہ عمل صرف فطری چناؤ یا تنازع للبقا کے تحت ہی سرانجام پایا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں سٹنگر کوئی شواہد پیش نہیں کر سکا بلکہ اپنی تمناؤں کو لفاظی کے ذریعے اس نے حوالہ قرطاس کیا ہے۔ انسانی یا دیگر انواع میں ارتقاء محض اندھے بہرے فطری چناؤ کی وجہ سے ممکن ہونے کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ فطری چناؤ میں فطری کی اصطلاح بھی بحث طلب ہے۔ ڈارونزم کے مویدین فطرت سے مراد طبیعی دنیا لیتے ہیں۔ طبیعی دنیا میں چناؤ کی ترجیحات کو کسی طور پر بھی سائنسی نقطہ نظر سے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اگر فطرت سے مراد فطرت اللہ ہے جس کا لامذہبیوں کے ہاں سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ لہٰذا بحث فطرت کی نوعیت پر ہونی چاہیے وگرنہ فطرت کے نام پر الوہی صفات مخلوق کو عطا کر کے اس کی ایک طرح سے پوجا کی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے الحاد بھی ایک طرح سے شرک کے باب سے معلوم ہوتا ہے۔

سائنسدانوں کے ہاں اب بھی بہت سے مظاہر ایسے ہیں جو کہ مکمل طور پر سائنسی بنیادوں پہ قابل توضیح نہیں ہیں، مثلا فطری قوتوں کا مبداء، مادے کا اصغر ذرہ، موج ذرّہ دہراپن، ڈارک انرجی وغیرہ۔ لہذا اگر کسی مظہر کی سائنسی بنیادوں پر تشریح ممکن نہ ہو وہ غیر سائنسی نہیں ہو جاتا یا پھر علم کی اقلیم سے باہر نہیں ہو جاتا۔ نیز انسان کا کسی ماڈل کو سائنسی لحاظ سے سمجھ لینے سے اس ماڈل کی بنیاد رکھنے والے کی نفی صادق نہیں ہوتی۔ اپنے دعویٰ کو مضبوط کرنے کے لیے پچھلی صدی کے چند نمایاں ملحد سائنسدانوں (اسٹیفن ہاکنگ، سٹیسون وین برگ، سٹیون پنکر، سٹیفن جے گولڈ، کارل سگال، رچرڈ فائن مین، آئن سٹائن وغیرہ) کے نام بطور مثال پیش کرتا ہے۔

سٹنگر سائنس اور عقیدے کے درمیان توازن کے بارے استفسار کرتا ہے ؟ اس کا یہ طرز عمل مذہب اور سائنس کے درمیان ٹکراؤ بڑھانے کے سلسلہ میں عمومی نوعیت کا حامل ہے۔ اس کے مطابق اکثر سائنسدان دو وجوہات کی بناء پر خدا پر یقین نہیں رکھتے۔

1. وہ خدا کی کوئی گواہی ہی نہیں پاتے۔

2۔ وہ اپنے مشاہدات کی تشریح کے لیے بنائے گئے سائنسی ماڈلز میں کسی فوق الفطرت عنصر کو شامل ہی نہیں کرنا چاہتے۔[43]

ایسا محض سائنسی تفتیش کی بنیاد پر نہیں ہے۔ اس سے قبل بھی سائنسدان ہو گزرے ہیں جو کہ کائنات میں خدائی مداخلت کو تسلیم کرتے تھے۔ معرکہ میں فیصلہ اکثریت اقلیت کی بنیاد پر نہیں ہوتا بل کہ دلائل کی قوت فیصلہ کن ہوتی ہے۔ زمین پر مشرکین کی اکثریت سے شرک ایک نارم نہیں بن جاتا۔ اسی طرح سائنس اور مذہب کے درمیان فیصلہ جمہوری آلہ جات کے استعمال سے تو ممکن نہیں۔ یہ فیصلہ دونوں کے خارج سے ہو گا کہ حق پر کون ہے۔ سائنس اور مذہب کی تعلیمات کے درمیان سرے سے کوئی جنگ ہے ہی نہیں بل کہ ایسا ملحد اور لادین سائنسدانوں کی جانب سے ایک پروپیگنڈا کے تحت کہا جارہا ہے اور پھر میڈیا کے ذریعے اس کی تشہیر کی جاتی ہے تاکہ عوام کے دلوں میں راسخ ہو جائے کہ مذہب اور سائنس کے درمیان کوئی مفاہمت کی صورت ممکن نہیں۔ اگر عوام اس تصور کو قبول کر لیں تو بعد ازاں کسی مذہبی بیان کی غیر محتاط تشریح اگر مروجہ سائنسی نظریہ سے متصادم ہو جائے تو اسے مذہب کی کمزوری پر محمول کیا جاتا ہے اور سائنس کے تفوق کو ثابت کیا جاتا ہے۔ سائنس محسوس دنیا سے متعلق ہے جب کہ مذہب محسوس و غیر محسوس ہر دو دنیاؤں سے متعلق ہے۔ اس طرح سے مذہب کو غیر سائنس قرار دینا یا سرے سے علم کے دائرہ سے ہی نکال دینا ملحد فلاسفرز اور سائنسدانوں کا مطمع نظر رہا ہے اور فی الوقت وہ اس میں کامیاب بھی ہو رہے ہیں۔

ڈارونزم کے مطابق انسان ایک اتفاق کے نتیجہ میں معرض وجود آیا جب کہ روایتی مذہبی طریقہ میں انسان خدا کی ایک خاص بنائی ہوئی نوع ہے۔ فرانسس کولن ارتقاء کی ایک نئی تشریح کرتا ہے۔ اس کے مطابق خدا نیچر سے وراء یا ہٹ کر ہے اور وہ مستقبل کی مکمل تفصیلات جانتا ہے۔ ہمارے تناظر میں ارتقاء ایک چانس کی صورت دکھائی دیتا ہے مگر خدا کے تناظر میں ارتقاء کے تمام Outcomes مکمل طور پر Specified ہیں۔[44]

خدا کے لیے کوئی گواہی نہ پانے کے سلسلہ میں گواہی کی نوعیت بارے جاننا ضروری ہے۔ یعنی گواہی کی ماہیت کیا ہے۔ اگر اس سے مراد انسانی حسوں کے ذریعے ڈائریکٹ خدا کو دیکھنا یا سننا ہے تو یہ ممکن نہیں، بل کہ دیکھنے کی طاقت مخلوق کو عطا ہی نہیں کی گئی۔ مزید یہ کہ خدا کے فوق الفطرت ہونے کی وجہ سے اس کا فطرتی طریقہ سے مشاہدہ ممکن نہیں۔ خدا کا ناقابل مشاہدہ ہونے کی بناء پر انکار کرنا ایک مغالطہ ہے۔ فطری ذرائع سے فوق الفطرت مظہر کا ناقابل مشاہدہ ہونے کی بناء پر انکار تعصب پر مبنی ہے۔ اصل معاملہ اشیاء کے درمیان تعلق سے بڑھ کر ان اشیاء کے وجود کا ہے۔ مثلاً نیوٹن کے حرکت کے دوسرے قانون کے تحت کسی بھی جسم پر لگنے والی قوت کی وجہ سے اس میں پیدا ہونے والا اسراع قوت کے راست متناسب اور جسم کے ماس کے بالعکس متناسب ہے۔ یہ جان لینے سے خدا کا انکار کیسے لازم آتا ہے؟ آیا لگائی جانے والی فورس کے Origin کے بارے میں سائنسدانوں نے جان لیا؟ یقیناً نہیں۔ گریوٹی کی قوت ہر طبیعی جسم کی Intrinsic خصوصیت ہے۔ آیا یہ Intrinsic کہہ دینے سے بات بن جائے گی۔ لہٰذا اگر ایک سائنسی ماڈل قابل تشریح و توضیح ہے تو اس سے خدا کا انکار ثابت نہیں ہو جاتا۔

بگ بینگ کے بارے میں کولنز کا کہنا ہے کہ نیچر اپنے آپ کو تخلیق نہیں کر سکتی ہے۔ صرف مافوق الفطرت قوت یا ہستی جو کہ زمان و مکان سے وراء ہے ایسا کر سکتی ہے۔ مزید یہ کہ فزکس کے کانسٹنٹس زندگی کی خاطر فائن ٹیونڈ کیے گئے ہیں۔ سٹنگر کا کہنا ہے کہ کائنات زندگی کے لیے فائن ٹیونڈ نہیں ہے بل کہ زندگی کائنات کی خاطر فائن ٹیونڈ ہے۔ اس سلسلہ میں اس کا اعتراض ہے کہ ایک کامل خدا نے ایسی کائنات کیوں بنائی جو زندگی کے لیے موزونیت کی حامل نہ ہے اور بعد میں اسے فائن ٹیونڈ کرنا پڑا؟۔[45]

یعنی خدا کو مشورے دیے جا رہے ہیں؟ خدا کا پلان انسانوں کی سوچ سے بالا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت الخالق کا تقاضا ہے کہ وہ اشیاء کو عدم محض سے وجود کی خلقت اور اس کی سب سے بہتر طریقے سے صورت گری کرے جسے ہم Finishing Touch کا نام دے سکتے ہیں۔ مزید یہ کہ تخلیق السماوات والارض سے قبل ہی اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ انسان کی زندگی کو برقرار رکھنے کے لوازمات کیا ہیں۔ فرمان خداوندی ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ[46]

وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں، پھر اوپر کی طرف توجہ فرمائی اور سات آسمان استوار کیے۔ اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

﴿هُوَ ٱللَّهُ ٱلۡخَٰلِقُ ٱلۡبَارِئُ ٱلۡمُصَوِّرُۖ لَهُ ٱلۡأَسۡمَآءُ ٱلۡحُسۡنَىٰۚ يُسَبِّحُ لَهُۥ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۖ وَهُوَ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡحَكِيمُ﴾ [47]

وہ اللہ ہی ہے جو تخلیق کا منصوبہ بنانے والا اور اس کو نافذ کرنے والا اور اس کے مطابق صورت گری کرنے والا ہے اس کے لیے بہترین نام ہیں ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اُس کی تسبیح کر رہی ہے، اور وہ زبردست اور حکیم ہے۔

سٹنگر یہ سوال اٹھاتا ہے کہ کیا سائنس خدا کے وجود کے انکار کو ثابت کر سکتی ہے؟ اس سلسلے میں اس کا کہنا ہے کہ:

We often hear that one cannot prove or disprove the existence of God…Unicorn don't. [48]

سٹنگر غیر محسوس کے وجود کا انکاری ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ:

You can prove by logical deduction that an omniscient, omnibenevolent and omnipotent God does not exist given the gratuitous suffering in the world. By the definition of omniscience God knows every place where there is suffering by the definition of Omni-benevolence, God Does not want anything to suffer. By the definition of omnipotence, God has the capacity to undo Suffering. Suffering Exists, therefore and Omniscient, Omnibenevolent, omnipotent God does not exist.[49]

خدا کی صفات کی خود ہی تشریح کر کے بیان کردہ صفات کے حامل خدا کی نفی کرتا ہے۔ سٹنگر منکر خدا ریاضی دان جان پلن پالوس کی کتاب Irreligion سے اقتباس نقل کرتا ہے۔

If everything has a cause, then God does, too and there is no first cause, And if something does not have a cause, it might as well be the physical world as God or a tortoise [50]

نقل کفر، کفر نہ باشد؛ انسان محض اپنی عقل کے گھوڑے دوڑا کر ہی منزل مقصود تک پہنچنے سے تو رہا۔ انبیاء کی تعلیمات کا مقصد ہی یہی ہے کہ وہ انسان کو مقصود اصلی اور مطلوب حقیقی کی بابت رہنمائی فرمائیں۔ ملحدین یک طرفہ مفروضے قائم کر کے پھر ان پر جرح کر کے یہ ثابت کر لیتے ہیں کہ خدا نہیں ہے۔ دراصل ان کا "مفروضہ خدا" یقینی طور پر وجود نہیں رکھتا۔ چوں کہ خدا ایک ہی ہے اور ایک سے زائد خدا یا معبود ہوتے تو زمین پر فساد ہوتا؛ دینی نقطہ نظر سے خدا کوئی (طبیعی) شے نہیں ہے کہ جس کی طبیعی صفات از قسم کمیت، لمبائی، چوڑائی عرض طول وغیرہ کی پیائش کی جا سکے۔ وہ طبیعی مقدار کی صورت ہر گز نہیں؛ اگر ایسا ہوتا تو لازمی طور پر فزکس کے پیائشی آلات کے ذریعے اس کی پیائش ممکن ہوتی۔ وہ ابدہ البدیہی ہستی دنیاوی پیمانوں کے لحاظ سے Thing کی تعریف پر پورا نہیں اترتی۔ خدا Thing کے زمرہ میں نہیں آتا۔ لہٰذا جان ایلن پالوس کا پورا تھیسز لایعنی قرار پاتا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کی ہستی کو برائے بحث "شے" قرار دے بھی دیا جائے تو وہ شے کامل و اکمل صفات سے متصف ہونے اور وراء الوراء ہونے کی وجہ سے ذہن انسانی کے فہم سے بالا ہے۔ کوئی شخص اس کی ذات اور صفات کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ *﴾[51]

زمین میں جیسے درخت ہیں اگر وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر جیسے سات مزید سمندر روشنائی مہیا کریں تب بھی اللہ کی باتیں (لکھنے سے) ختم نہ ہو گی۔ بے شک اللہ زبردست اور حکیم ہے۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی جلالت شان اس کے اسمائے حسنیٰ اور صفات عالیہ اور اس کی عظمتوں کا بیان ہے اور وہ اتنے ہیں کہ کسی کے لیے ان کا مکمل احاطہ، آگاہی یا ان کی حقیقت تک پہنچنا ممکن ہی نہیں۔ اگر ان کا شمار کرنا حیطۂ تحریر میں کرنا چاہے تو دنیا بھر کے درختوں کے قلم گھس جائیں۔ سمندروں کے پانی سے بنائی ہوئی سیاہی ختم ہو جائے لیکن اللہ کی معلومات اس کی تخلیق وصنعت کے عجائبات اور عظمت وجلالت کے مظاہر کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ سات سمندر بطور مبالغہ ہے حصر مراد نہیں ہے۔ انسان کی بساط میں ہی نہیں کہ وہ خدائے بزرگ و برتر کی ذات کا علم حاصل کر سکے۔ چوں کہ انسان کو عطا کردہ علم محدود ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وَیَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا﴾[52]

آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دو روح تو تمہارے رب کا امر ہے، مگر تم لوگوں کو علم سے کم ہی بہرہ پایا ہے۔

ملحدین تقاضا کرتے ہیں کہ اگر خدا کا حتمی ثبوت مل جائے تو وہ ایمان لے آئیں گے۔ اسی طرح قریش بھی رسول اکرم ﷺ سے تقاضا کرتے تھے کہ وہ ان کی شرائط کو پورا کریں تو وہ ایمان لے آئیں گے۔ اس کا تذکرہ ذیل کی آیات میں ہے۔

﴿وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًا * اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِیْرًا * اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةِ قَبِیْلًا * اَوْ یَكُوْنَ لَكَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِی السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا *﴾53

اور انہوں نے کہا "ہم تیری بات نہ مانیں گے جب تک کہ تو ہمارے لیے زمین کو پھاڑ کر ایک چشمہ جاری نہ کر دے۔ یا تیرے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو اور تو اس میں نہریں رواں کر دے۔ یا تو آسمانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دے جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے یا خدا اور فرشتوں کو رُودر رُو ہمارے سامنے لے آئے ۔

If someone who asserts that God is the uncaused first cause (and then preens as if he is really explained something), we should thus inquire, "Why cannot the physical world itself be taken to be the uncaused first cause? After all, the venerable principle of Occam's razor advises us to 'shave off' unnecessary assumptions, and taking the world itself as the uncaused first cause has the great virtue of not introducing the unnecessary hypothesis of God."

سٹنگر کے مطابق ہم خدا کو Uncaused کاز قرار دینے کے بجائے کائنات ہی کو ایسا کاز کیوں نہ تصور کر لیں کہ جس سے پہلے کوئی کاز نہ ہو اور کائنات ہی Uncaused ہو؟[54] یقیناً ایک الگ اہم سوال ہے۔ سوال یہ ہے کہ کائنات کو Uncaused ماننا ہے یا خدا کو؟ کیا خدا کی بیان کردہ صفات میں Uncaused یا First Cause کی گنجائش ہے؟

اللہ عزوجل کی زمانہ کے لحاظ سے دو صفات قرآن کریم میں وارد ہوئی ہے۔

﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾[55]

یعنی وہی سب سے پہلا اور سب سے آخر اور سب سے ظاہر اور سب سے پوشیدہ ہے اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

اس سے قبل کی آیت میں ارشاد ہے۔

﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾[56]

یعنی زمین اور آسمانوں کی سلطنت کا مالک وہی ہے۔ زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے اور ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ زندگی بخشنے پر قادر ہیں۔ اس کا مطلب ازلی و ابدی ہوتا ہے نہ کہ ایسا سبب جو کہ بس سبب محض ہو۔ اللہ تعالیٰ کائناتی اسباب کے سبب ضرور ہیں لیکن اس فلسفہ کی دنیا میں سب اولیٰ قرار دیکر کائنات میں غیر متعلق بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ Deist کہتے ہیں۔ اسلامی نقطہ نظر سے کائنات تخلیق شدہ ہے اور اس کی تخلیق کے پیچھے امر ربی ہے جو کہ کلمہ کن کی صورت میں منصوص ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾[57]

وہ تو جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کام بس یہ ہے کہ اسے حکم دے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔

یعنی کہ کسی بھی شے کو تخلیق کا ارادہ کرنے پر کن کہنے سے ارادۂ الٰہی کے مطابق وہ شے وجود حاصل کرتی ہے۔

﴿فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

پاک ہے وہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا مکمل اقتدار ہے اور اسی کی طرف تم پلٹائے جاؤ گے۔

حدیث مبارکہ میں اسی ضمن میں روایت ہے کہ

أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ[58]

توہی اول ہے، تجھ سے پہلے کوئی شے نہیں، اے اللہ !توہی آخر ہے، تیرے بعد کوئی شے نہیں ہے، توہی ظاہر ہے، تیرے اوپر کوئی شے نہیں ہے، توہی باطن ہے، تجھ سے پیچھے کوئی شے نہیں ہے۔

مزید یہ کہ ارشادربانی ہے:

﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾[59]

"اور اللہ کے ساتھ اور کسی معبود کو نہ پکار اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اس کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔"

خلاصہ بحث:

الحاد نو اصل میں سائنسی الحاد کی توسیعی شکل ہے اور اس کو رواں صدی میں ایک تحریک کی صورت پیش کیا گیا ہے۔ سائنس اور عقل کی بالادستی کو پیش نظر رکھتے ہوئے نو الحادی، مذہب اور عقیدہ کو قابل اعتنا نہیں گردانتے۔ وکٹر جے سٹنگر بھی الحاد نو کا وکیل ہے۔ وہ عقیدہ کو ناقابل فہم قرار دیتا ہے جب کہ خود سائنس میں فی الحال ناقابل تصدیق مفروضات پر یقین رکھتا ہے۔ کائناتی ڈیزائن کا انکاری ہے اور اسے ایک فریب قرار دیتا ہے نیز فائن ٹیوننگ کو سائنسی بیان تسلیم نہیں کرتا جب کہ ڈارون کے فطرتی چناؤ کے نام نہاد نظریہ پر پورا یقین رکھتا ہے۔ ہر قسم کی تفتیش کو سائنسی طریقہ کار کی اقلیم سے متعلق قرار دے کے مافوق الفطرت مظاہر کی بھی سائنسی تشریح کا مؤید ہے، جب کہ سائنس صرف حسی دنیا کے بارے بیان دے سکتی ہے اور ان بیانات میں بھی غیر یقینیت کا احتمال ہوتا ہے۔ الحاد نو اصل میں سائنٹزم کو علمیاتی میدان کی معیاری شکل تصور کرتا ہے جو کہ فی نفسہ ناقابل فہم ہے۔

حوالہ جات

[1] . Stenger, V. J. (2009). The New Atheism: Taking a Stand for Science and Reason. New York: Prometheus Books. 46

[2] Stenger, V. J. (2009). The New Atheism pp.88,89.

[3] . Stenger, V. J. (2009). The New Atheism p.98

[4] . Stenger, V. J. (2009). The New Atheism p. 108
[5] . Stenger, V. J. (2009). The New Atheism p.161
[6] . Stephen Jay Gould, Rocks of ages Science and Religion in the Fullness of Life, New York : Ballantine. 1999
[7] . Stenger, V. J. (2009). The New Atheism P,4
[8] . Stenger, V. J. (2009). The New Atheism p. iv
[9]. Stenger, V. J. (2009). The New Atheism P. 15
[10]. Stenger, V. J. (2009). The New Atheism P. 2
[11] . Stenger, V. J. (2009). The New Atheism p. 3

[12]سورۃ الانعام:75تا79

[13] . Stenger, V. J. (2009). The New Atheism p.3
[14] . Stenger, V. J. (2009). The New Atheism p. 10
[15] . Stenger, V. J. (2009). The New Atheism p. 10
[16] . Stenger, V. J. (2009). The New Atheism P.20
[17] Stenger, V. J. (2009). The New Atheism. p. 28
[18] Stenger, V. J. (2009). The New Atheism p.43
[19] Dawkins, R.(2004) The God Delusion.p.147
[20] . Haught, J. F.(2008). God and the New Atheism: A Critical Response to Dawkins, Harris and Hitchens. London: Westminster John Knox Press. pp. xiii to xiv
[21] Dawkins, R.(2006). The God Delusion. pp.282,283
[22]- Haught, J. F.(2008). God and the New Atheism.13
[23] .Dawkins, R.(2006). The God Delusion. Pp.48, 58
[24] - Haught, J. F.(2008). God and the New Atheism.p.22
[25] Stenger, V. J. (2009). The New Atheism p. 71
[26] Stenger, V. J. (2009). The New Atheism P.49
[27] Becky Garrison(2007)The new Atheist Crusaders and their unholy Trinity- Grail :Nashville Thomas Nelson, P.43
[28] . National academy of sciences teaching about evolution and the natural science (Washington, DC) www.nap.edu P.58
[29] Stenger, V.J (2009). The New Atheism. P.57
[30] .Stephen J. Gould (1999)Rocks of ages: Science and Religion in the Fullness of Life, library of contemporary though Ballantine New York.
[31] . Stenger, V. J. (2009). The New Atheism p.55
[32] . Stenger, V. J. (2009). The New Atheism p. 51

[33]سورۃ النمل:۶۲

[34] سورۃ الغافر:۴۴

[35] سورۃ البقرہ:۲۰۱

[36] سورۃ الانبیاء:۸۳

[37] Haught, John F.(2008)God and the New Atheism. London: Westminister John Knox Press.P.44

[38] . Stenger, V. J. (2009). The New Atheism Page 53
[39] . Haught, John F.(2008)God and the New Atheism P.46
[40] . Stenger, V. J. (2009). The New Atheism P-55

[41] سورۃالاعراف:۲۰۳

[42] . Stenger, V. J. (2009). The New Atheism p.56
[43] . Stenger, V. J. (2009). The New Atheism p. 57
[44] . Stenger, V. J. (2009). The New Atheism p. 58
[45] . Stenger, V. J. (2009). The New Atheism p. 59

[46] ۔البقرۃ:۲۹

[47] سورۃالحشر:۲۴

[48] . Stenger, V. J. (2009). The New Atheism p.60
[49] . Stenger, V. J. (2009). The New Atheism p.61
[50] . Stenger, V. J. (2009). The New Atheism p.61

[51] سورۃلقمان:۲۷

[52] سورۃاسراء:85

[53] سورۃبنی اسرآئیل:90تا92

[54] Stenger, V. J. (2009). The New Atheism p.62

[55] سورۃحدید:3

[56] سورۃالحدید:2

[57] سورۃیس:82

[58] کِتَابُ الذِّکْرِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّوْبَۃِ وَالِاسْتِغْفَارِ (بَابُ الدُعَاءِ عِنْدَ النَّوْمِ) صحیح مسلم حدیث نمبر 2713

[59] القصص:88